مفت سلسلۂ
اشاعت 91

جہاد کیوں اور کس لیے

تصنیف حضرت علامہ ارشد القادری

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

نام کتاب	:	جہاد کیوں اور کس لیے؟
مصنف	:	حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی
ضخامت	:	۳۳ صفحات
تعداد	:	۲۰۰۰
مفت سلسلہ اشاعت	:	۹۱

☆☆ ناشر ☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000 فون:2439799

زیرِ نظر کتابچہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کی 91 ویں کڑی ہے۔ جسے تحریر کرنے والے رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری ہیں۔ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اس کتاب کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے امید ہے کہ زیرِ نظر کتاب قارئین کرام کے علمی ذوق پر پورا اُترے گی۔

فقط.........ادارہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده و نصلى على رسوله النبى الصادق الامين

جہاد کیوں اور کس لیے؟

اس سوال کا جواب مشکل بھی ہے اور آسان بھی، مشکل اس لیے ہے کہ آج کی دنیا جنگ کے صرف ایک ہی مقصد سے آشنا ہے اور وہ ہے ملک گیری اور جہانبانی۔ اسلام کے جہاد میں مقصدیت کے اعتبار سے چونکہ ملک گیری اور جہانبانی کا کوئی تصور نہیں ہے اس لیے آج کی دنیا کو جہاد کا پاکیزہ مفہوم سمجھانا بہت مشکل ہے، اسلام کا مجاہد کسی بادشاہ کے مادی اور شخصی اقتدار کے لیے نہیں لڑتا بلکہ وہ خدا کی زمین پر صرف خدا کے دین کی سربلندی اور آخرت کی فیروزمندی کے لیے لڑتا ہے۔ اس لیے وہ دشمن کو قتل کرے جب بھی اور خود قتل ہو جائے جب بھی، دونوں حالتوں میں سرفرازی اور فائز المرامی اُس کا مقدر ہے۔ غازی بننا بھی موجب اجر وثواب ہے اور شہید ہو جانا بھی بلندی درجات کی ضمانت ہے۔

اور آسان اس لیے ہے کہ جہاد کا لفظ اپنے نام اور مقصد کے اعتبار سے اگرچہ بالکل نیا ہے لیکن جہاں تک زمین پر انسانوں کے خون کے بہنے اور بہانے کا تعلق ہے تو یہ چیز اتنی ہی پرانی ہے جتنا خود انسان پرانا ہے۔

دنیا میں وہ کون سا ملک ہے اور وہ کون سی قوم ہے، جہاں لڑائیاں نہیں لڑی گئیں، جہاں دو فوجوں کا باہمی ٹکراؤ نہیں ہوا اور جہاں میدانِ جنگ کی سرزمین دو گروہوں کے خون سے سرخ نہیں ہوئی۔

فرق جو کچھ ہے وہ صرف مقصد اور طریقۂ جنگ کا ہے، کہیں عورت کے لیے جنگ لڑی گئی اور کہیں دولت کے لیے، کہیں ملک گیری اور مالِ غنیمت کے لیے جنگ لڑی گئی اور کہیں قومیت، وطنیت اور قبائلیت کی عصبیت کا جذبہ دو گروہوں کو میدانِ جنگ تک لے گیا۔

لیکن دنیا کی تاریخ میں صرف اسلام ہی وہ پاکیزہ اور عادلانہ نظامِ زندگی ہے جس کے مجاہدین نہ عورت کے لیے لڑے اور نہ دولت کے لیے، نہ ملک گیری کے لیے لڑے اور نہ مالِ غنیمت کے لیے، نہ قومیت، وطنیت اور رنگ و نسل کی عصبیت انہیں میدان جنگ کی طرف لے گئی بلکہ ان کی لڑائی خدا کی زمین پر صرف خدا کے دین کی حاکمیت کے لیے تھی، انسانوں پر انسانوں کی بالادستی کے خاتمے کے لیے تھی، مظلوم انسانوں کو ضمیر کی آزادی دلانے اور انہیں تخلیق کے اعلیٰ مقاصد سے ہمکنار کرنے کے لیے تھی۔

اتنی تمہید کے بعد اب قرآن و حدیث کی روشنی میں جہاد کا پاکیزہ مقصد، اس کی روح اور اس کے فضائل و مکارم کی وہ تفصیل پڑھیے اور سر دھنیے! جس نے عرب مردوں، عورتوں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو دنیا کی سب سے بہادر، غیور اور سرفروش قوم بنا دیا۔

جہاد قرآن کی روشنی میں

پہلی آیت:۔

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ہ (البقرہ آیت نمبر ۱۹۰)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ اللہ پسند نہیں کرتا حد سے بڑھنے والوں کو

تشریح:۔

ہجرت سے پہلے مسلمانوں کو لڑنے کی ممانعت تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ وہ کفار و مشرکین کی ایذا رسانیوں پر صبر کریں۔ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو کفار و مشرکین سے لڑائی کی اجازت میں جو سب سے پہلی آیت کریمہ نازل ہوئی وہ یہی آیت مبارکہ تھی۔

اب ذرا خالی الذہن ہو کر آپ آیت کریمہ کے مضمون پر غور فرمائیں تو یہ حقیقت آپ پر اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ لڑائی میں پہل مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ کافروں کی طرف سے ہوئی تھی۔ اُن کے ظلم و فساد کی جڑ کاٹنے اور اُن کے کفر کی سرکشی کا زور توڑنے کے لیے مسلمانوں کو ان سے لڑنے کی اجازت دی گئی۔

جہاد کو بنیاد بنا کر جو لوگ اسلام پر طعنہ زنی کرتے ہیں کہ دنیا میں اسلام تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے اُنہیں اس آیت کے مضمون پر انصاف کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ ہجرت سے پہلے تو مسلمانوں کو لڑنے کی مطلق اجازت ہی نہیں تھی مکے میں مسلمانوں کو اس کے علاوہ اور کوئی کام ہی کیا تھا کہ وہ کافروں کے ہاتھوں سے مار کھاتے رہیں، زخم پر زخم سہتے رہیں، قتل ہوتے رہیں اور صبر کرتے رہیں، جب کافروں کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو مسلمانوں کو بھی تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔

اب یہاں سوال اُٹھتا ہے کہ اسلام اگر تلوار کی طاقت سے پھیلا تو بتایا جائے کہ وہ سینکڑوں مسلمان جو عین مظلومی کی حالت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے گئے

تھے، اُنھوں نے کس کی تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا تھا۔ اُس وقت تلوار تو کفار مکہ کے ہاتھ میں تھی، مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار ہی کہاں تھی کہ تلوار کے خوف سے کوئی اسلام قبول کرتا۔

اس لیے تاریخ کا یہ فیصلہ سب کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی حقانیت، اپنی پاکیزہ تعلیمات، اپنے اصولوں کی برتری، اپنے پیغمبر کی روحانی اور اخلاقی قوت اور قرآن کی معجزانہ آیات کی کشش سے پھیلا۔ جہاد کا حکم تو اس لیے دیا گیا تھا کہ کلمہ حق کے راستے میں کافروں نے جو رکاوٹیں کھڑی کی تھیں اُنہیں راستے سے ہٹا دیا جائے۔ تاکہ دل و دماغ کی پوری آزادی کے ساتھ لوگوں کو دعوتِ توحید کی سچائی کو پرکھنے اور قبول کرنے کا موقع میسر آئے۔

پھر اس آیت کریمہ میں ایک بات اور سمجھنے کی ہے کہ اگر اسلام قتل و غارت گری کا مذہب ہوتا جیسا کہ مخالفین اسلام کی طرف سے یہ الزام عائد کیا جاتا ہے تو مسلمانوں کو یہ ہدایت کبھی نہیں دی جاتی کہ دشمنوں کا مقابلہ کرتے وقت اپنی طرف سے کوئی زیادتی مت کرنا کیونکہ زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا، اس آیت کی روشنی میں یہ حقیقت بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ میدانِ جنگ میں بھی مسلمان ضابطہ اخلاق کا پابند ہے۔

دوسری آیت:۔

وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ٥ (البقرہ آیت نمبر ۱۹۲)

ترجمہ: اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

تشریح:۔

آیت کا مضمون واضح طور پر اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ اسلام میں جہاد و قتال کا مقصد ملک گیری اور مال غنیمت نہیں ہے، بلکہ ان دیواروں کو منہدم کرنا ہے جو دین حق کے قبول کرنے کے راستے میں کافروں نے کھڑی کی ہیں نہ خود وہ خدا کا دین قبول کرتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کو قبول کرنے دیتے ہیں انسانوں کی ضمیر کی آزادی کا حق اس طرح اُنھوں نے چھین لیا ہے کہ جو لوگ چھپ چھپا کر بھی خدا کا دین قبول کر لیتے ہیں وہ اُنہیں بھی چین سے رہنے نہیں دیتے صرف اس جرم میں اُن کی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے ضمیر کا فیصلہ کیوں قبول کیا۔

اب اہل انصاف ہی بتائیں کہ اس ظلم و بربریت کا علاج اِس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جہاد کے ذریعہ ظلم کرنے والی طاقتوں پر ایسی کاری ضرب لگائی جائے کہ وہ اس قابل ہی نہ رہ جائیں کہ انسانی معاشرے کو اپنے ظلم و سرکشی کا نشانہ بنا سکیں اور اُن کے ضمیر کی آزادی کا حق چھین کر انہیں اپنی مرضی کا غلام بنا لیں۔

تیسری آیت:۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَ عَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ (البقرہ آیت نمبر ۲۱۶)

ترجمہ : تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تشریح :۔

اسلام میں **بیشتر عبادتیں ایسی ہیں جن کا تعلق** جسم اور مال کی قربانی سے ہے، لیکن جس عبادت میں جان کی قربانی دینی پڑتی ہے وہ صرف جہاد ہے۔ یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ ساری آرزوؤں اور تمناؤں کا محور تو آدمی کی زندگی ہی ہے۔ زندگی کے لیے ہر چیز قربان کی جاسکتی ہے، لیکن خود زندگی کی قربانی انسان کے لیے جتنی مشکل چیز ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے لیکن قربان جایئے قرآن کے اس انداز بیان کے کہ اس مشکل کو کتنی آسانی سے اس نے حل کر دیا ہے۔

انسان کی اسی سرشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ جہاد کا حکم یقیناً تمہیں ناگوار ہوگا کہ اس میں جان کی قربانی کا سوال ہے لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو چیز تمہیں بُری لگتی ہے ہوسکتا ہے انجام کے اعتبار سے وہی تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور جو چیزیں تمہیں بھلی لگتی ہے ہوسکتا ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ کیونکہ ہر چیز کا انجام اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

جہاد سے جی چُرا کر اگر کچھ دنوں کے لیے تم زندہ بھی رہے تو اس کے **دردناک انجام کی تمہیں کیا خبر!** اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے، لیکن اگر تم نے خوشی خوشی اللہ کی راہ میں اپنی جان دے دی تو اس کے بدلے میں اللہ تمہیں ایسی نعمت عطا کرے

گا کہ ہزاروں زندگیاں اس پر قربان ہیں، مرنے کا ایک وقت تو بہرحال مقرر ہے، بستر مرگ پر مرو یا میدانِ جنگ میں، جب ایک دن مرنا ٹھہرا تو کیوں نہ ایسی موت مرو جو تمہیں شہادت کی موت سے سرفراز کرے اور جس کے صلے میں دائمی عزت اور آسائش کا گھر تمہیں نصیب ہو۔

چوتھی آیت :۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ط وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ط وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ط

(التوبہ آیت نمبر ۱۱۱)

ترجمہ : بے شک اللہ نے مسلمانوں سے اُن کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ اُن کے لیے جنت ہے، اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اور اُن کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اُس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

تشریح :۔

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب اتنے دلکش پیرائے میں دی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد دل و دماغ پر سرور و مستی اور جذبہ سرفروشی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اللہ نے مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے

بدلے میں خرید لیا ہے۔ حالانکہ مومنین کی جان اور اُن کا مال سب اللہ ہی کی مِلک ہیں، لیکن قربان جایئے اس شان بندہ نوازی کے کہ اُسی کی دی ہوئی جان، اور اُسی کا بخشا ہوا مال اُس کی راہ میں خرچ کرو اور جنت کے مالک ومختار بن جاؤ۔ قتل کرو جب بھی اور قتل ہو جاؤ جب بھی جنت کا استحقاق ہر حال میں محفوظ ہے۔ اور بات میں قوت پیدا کرنے کے لیے یہ یقین دہانی بھی کس غضب کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ اتنا پکا ہے کہ اس نے تورات، انجیل اور قرآن میں اپنے وعدے کے ایفاء کا پورا پورا ذمہ لیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر مومنین جہاد کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر جنت کی طرف پیش قدمی نہ کریں تو اُن سے بڑھ کر بدقسمت اور کون ہوگا؟

پانچویں آیت:۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (التوبہ آیت نمبر ۲۴)

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

تشریح:۔

اس آیت کریمہ میں قرآن نے ان ساری چیزوں کا احاطہ کرلیا ہے جو جہاد میں جانے سے کسی انسان کو روک سکتی ہیں۔ ماں، باپ چھوٹ جائیں گے، اولاد کو خیر باد کہنا ہوگا، بھائی بہنوں سے جدائی ہو جائے گی، دل لبھانے والی بیبیوں سے فراق کا صدمہ برداشت کرنا ہوگا۔ خاندان کے اعزہ واقارب سے مفارقت ہو جائے گی، کمایا ہوا مال قبضے سے نکل جائے گا، تجارت خراب ہو جائے گی، پسندیدہ مکانات کو الوداع کہنا ہوگا۔ اگر یہ چیزیں جہاد کے راستے میں رکاوٹ بن جائیں تو اب یہ دہلا دینے والا اعلان سنئے جو غفلتوں کا نشہ اُتارنے کے لیے کافی ہے کہ خدا کے عذاب کا انتظار کرو، عذاب کی اگرچہ کوئی تفصیل نہیں ہے لیکن عذاب بہرحال عذاب ہے۔

شروع سے اخیر تک آیت کا مطالعہ کرنے کے بعد دونوں جہان کی خیر و عافیت اسی میں نظر آتی ہے کہ انسانی عواطف اور زندگی کے علائق کی ساری زنجیروں کو توڑ کر اہل ایمان میدان جہاد کی طرف دوڑیں۔ جبراً قہراً نہیں بلکہ جذبۂ شوق کی والہانہ وارفتگی کے ساتھ۔ کیونکہ اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ پیاری نہیں ہے اور کوئی رشتہ اللہ اور اس کے رسول کے رشتے سے زیادہ محترم نہیں ہے۔

جہاد احادیث کی روشنی میں

جہاد کے فضائل واحکام پر قرآن حکیم میں بے شمار آیتیں ہیں جن میں سے صرف پانچ آیتوں کا ذکر اُوپر گزرا۔ اب جہاد کے فضائل پر چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث :۔

امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال بالکل اس **شخص** کی طرح ہے جو ہمیشہ روزے رکھتا ہے اور اپنی راتوں کو قرآن کی تلاوت اور نماز پڑھنے میں بسر کرتا ہے۔ اور وہ روزے نماز سے کبھی نہیں تھکتا، یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جہاد کر کے واپس لوٹ آئے"۔

(صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الجہاد، باب افضل الناس مومن مجاہد الخ، ص ۹۳۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)، (صحیح مسلم، جلد دوم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشہادۃ، ص ۱۳۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔)

تشریح :۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے جہاد کے لیے نکلتا ہے اسے صائم الدّہر کا بھی ثواب ملے گا اور قائم اللّیل کا بھی۔ جب تک وہ جہاد سے واپس نہیں لوٹتا دن کے روزہ دار اور رات کے عبادت گزار کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

سبحان اللہ! ایک مجاہد کے لیے کتنی طرح کا اجر و ثواب ہے، غازی اور شہید ہونے کا ثواب الگ اور روزہ دار اور شب زندہ دار ہونے کا ثواب الگ۔

دوسری حدیث:۔

امام بخاری اور امام مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تمہیں کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد اس دنیا میں پھر واپس آنے کی خواہش رکھتا ہو۔ سوائے شہید کے کہ وہ جنت کی نعمتوں اور لذتوں سے ہمکنار ہونے کے بعد بھی اس خواہش کا اظہار کرے گا کہ اسے دنیا میں دسوں بار لوٹا دیا جائے تا کہ بار بار شہادت کی نعمت سے سرفراز ہونے کا موقع ملے، اُس کے دل میں یہ آرزوِ شہادت کے اس صلے کی وجہ سے ہوگی جو جنت میں اُسے ہر طرف نظر آئے گا"۔

(صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الجہاد، باب تمنی المجاہد الخ، ص ۳۹۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)، (صحیح مسلم، جلد دوم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ، ص ۱۳۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

تشریح :۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان میں منصب شہادت کا کیا صلہ ہے اس کا اندازہ ہم اس دنیا میں نہیں لگا سکتے جنت میں داخل ہونے کے بعد ہی ہمیں پتہ چلے گا کہ خدا کی راہ میں جان دینے کے کیسے کیسے انعامات واکرامات وہاں تیار کیے گئے ہیں۔ یہ غیب جاننے والے رسول کا احسان عظیم ہے کہ جو بات ہمیں جنت میں جانے کے بعد معلوم ہوتی اسے اپنے کرم سے حضور نے دنیا ہی میں بتا دیا۔ تا کہ منصبِ شہادت کے حصول کی طرف ہم والہانہ جذبہ شوق کے ساتھ پیش قدمی کریں۔

تیسری حدیث:۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

"اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت میں سو درجے مقرر فرمائے ہیں۔ ہر درجے کا دوسرے درجے سے اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا فاصلہ زمین اور آسمان کے درمیان ہے"۔

(صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین الخ، ص ۳۹۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

تشریح :۔

اس حدیث شریف میں سو درجے کے ذکر سے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد سو جنتیں ہیں۔ اور ہر جنت کا فاصلہ دوسری جنت سے اتنا ہی ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے اب یہیں سے اندازہ لگایئے کہ جنت میں مجاہد کی ایک مملکت جب اتنی وسیع ہے تو سو مملکتوں کی وسعتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ مولائے کریم ہر مرد مومن کو جنت کی یہ وسیع سلطنت نصیب فرمائے۔

چوتھی حدیث :۔

امام ترمذی نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اللہ کے یہاں شہید کو چھ طرح کے اعزازات سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

☆ پہلا اعزاز یہ کہ دم نکلتے ہی اُس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

☆ دوسرا اعزاز یہ ہے کہ اُسے جنت میں اُس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔

☆ تیسرا اعزاز یہ ہے کہ اُسے قبر کے عذاب سے امان دے دی جاتی ہے۔

☆ چوتھا اعزاز یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن کی گھبراہٹ اور خوف و دہشت سے محفوظ رہے گا۔

☆ پانچواں اعزاز یہ ہے کہ قیامت کے دن اُس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس میں یاقوت جڑے ہوں گے، جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہوگا۔

☆ چھٹا اعزاز یہ ہے کہ بہتر (۷۲) حورانِ عین سے اس کا نکاح کیا جائے گا جن کی آنکھیں نہایت خوبصورت، پُرکشش اور کشادہ ہوں گی۔

(جامع ترمذی، جلد اول، ابواب فضائل الجہاد، ص ۲۹۵، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

تشریح :۔

یہ چھ اعزازات ان نعمتوں کا ایک حصہ ہیں جو اللہ تعالیٰ شہیدوں کو عطا کرے گا۔ بے شمار حدیثوں میں شہیدوں کے فضائل و مکارم اور ان کے مدارج و انعامات بیان کیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام منصب شہادت کے حصول میں ہمیشہ سرشار نظر آتے تھے۔

پانچویں حدیث :۔

طبرانی شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"جو قوم جہاد کو چھوڑ بیٹھتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی سزا میں کوئی ایسا عذاب ان پر مسلط کر دیتا ہے جو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔"

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک حدیث امام مسلم نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

مَنْ مَّاتَ وَ لَمْ یَغْزُ وَ لَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَہٗ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِّنَ النِّفَاقِ

ترجمہ:۔ جو شخص اس حالت میں مرگیا کہ نہ اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ دل میں جہاد کی آرزو پیدا ہوتی ہے تو وہ نفاق کی خصلت پر مرا۔

(صحیح مسلم، جلد دوم، کتاب الامارۃ، باب ذم من مات و لم یغز الخ، ص ۱۴۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔)

اسی طرح کی ایک حدیث ابوداؤد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ لَّمْ یَغْزُ اَوْ یُجَھِّزْ غَازِیًا اَوْ یَخْلُفْ غَازِیًا فِیْ اَھْلِہٖ بِخَیْرٍ اَصَابَہُ اللّٰہُ بِقَارِعَۃٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

ترجمہ:۔ جس شخص نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کی تیاری میں کسی غازی کی مدد کی، اور نہ کسی غازی کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کی اچھی دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گی۔

(سنن ابوداؤد، جلد اول، کتاب الجہاد، باب کراھیۃ ترک الغزو، ص ۳۳۹، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔)

جہاد کی فضیلت میں ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے اور اسے اپنے حال پر منطبق کیجئے۔ امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ قَطْرَۃُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَ قَطْرَۃُ دَمٍ یُّھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہے، ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے۔

تشریح :۔

ان ساری حدیثوں میں مختلف انداز سے جہاد کی ترغیب دی گئی ہے جہاد کے فضائل و مکارم پر پچھلے اوراق میں جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان میں اجر و ثواب کا ذکر تھا۔ لیکن ان حدیثوں میں تارکین جہاد کو خدا کے قہر و غضب سے ڈرایا گیا ہے۔ آخری حدیث خون کے اس قطرے کی حرمت و منزلت کو ظاہر کرتی ہے جو خدا کی راہ میں بہایا گیا ہو۔ جب قطرے کی یہ عظمت ہے تو جس کا وہ قطرہ ہے اس کی قدر و منزلت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

جہاد واقعات کی روشنی میں

خدا کی راہ میں جان دینے کا جذبہ شوق خود رفتگی کے عالم میں دیکھنا ہو تو صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کیجئے۔ وہ ہر وقت اس موقعہ کے انتظار میں رہتے تھے کہ کب رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منادی آواز دے اور ہم سروں کا نذرانہ لیے حاضر ہو جائیں۔ کوئی جان کی حفاظت کے لیے دعائیں مانگتا ہے اور وہ خدا کی راہ میں جان قربان کرنے کی دعائیں مانگا کرتے تھے، اس عنوان پر ذیل میں چند واقعات صرف اس لیے سپرد قلم کر رہا ہوں کہ دینِ حق کی سربلندی کے لیے سرفروشی کا وہی جذبہ کاش ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائے۔

سرفروشی کا ایک رقت انگیز واقعہ

مدینے کی وہ رات جس کی صبح کو معرکۂ بدر کے لیے روانگی تھی۔ عاشقانِ اسلام کے لیے عید کی رات سے کم نہ تھی، رات کی تنہائی میں دو سرفروش مجاہد آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ شاید طلوع ہونے والی صبحِ تمنا کی خوشی میں ان کی آنکھوں سے نیند اُڑ گئی تھی۔ عالم شوق کی سرمستی میں گفتگو اتنی والہانہ ہو گئی تھی کہ بات بات پر پلکوں کا دامن بھیگ جاتا تھا۔

جذبات کے تلاطم میں بے خود ہو کر ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا طلوع سحر میں اب چند ہی گھڑیوں کا فاصلہ رہ گیا ہے، محبتِ شوق کا یہ پُر کیف عالم شاید پھر نہ مل سکے، اس لیے آؤ کل کے پیش آنے والے معرکۂ جنگ کے لیے اپنے رب کے حضور میں اپنی سب سے محبوب آرزو کی دعا مانگی جائے۔ یہ سنتے ہی فرط مسرت سے دوسرے ساتھی کا چہرہ کھل اٹھا، جذبۂ شوق کی وارفتگی میں اس پیشکش کا خیر مقدم کرتے ہوئے جواب دیا۔ نہاں آرزو کی شادابی کے لیے اس سے زیادہ رقت انگیز لمحہ اور کیا مل سکتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو اور تمہاری دعا پر میں آمین کہوں گا۔

اب دل کا عالم قابو سے باہر ہو چلا تھا روح کی گہرائی سے لے کر پلکوں کی چلمن تک ساری ہستی ایک پُر سوز کیف میں ڈوب گئی تھی، ہاتھ اٹھتے ہی دعا کے یہ الفاظ رات کی خاموش فضا میں بکھر گئے۔

خداوندا! کل میدان جنگ میں دشمن کا سب سے بڑا سورما اور جنگ آزمودہ بہادر میرے مقابلے پر آئے۔ میں اس پر شیر کی طرح ٹوٹ پڑوں، پہلی ہی ضرب میں

اس کی تلوار کی دھار موڑ دوں، اس کے نیزے کے ٹکڑے اڑا دوں، اور اپنی نوکِ شمشیر اس کے سینے میں پیوست کر کے اسے زمین پر تڑپتا ہوا دیکھوں، ٹھیک اس وقت جبکہ وہ شدتِ کرب سے چیخ رہا ہو میں اس کے قریب جا کر آواز دوں، آج تیرے کفر کا غرور ٹوٹ گیا، تیری طاقت کا نشہ اُتر گیا، جس خدا کی غیبی قدرتوں کا تو نے مذاق اڑایا تھا۔ دیکھ! آج اس نے بادلوں کی اوٹ سے اپنے جلال و جبروت کا لشکر اس میدان میں اُتار دیا ہے، اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے خدا کے محبوب پیغمبر کی فیروزمندیوں کا یہ منظر دیکھ لے کہ فتح و نصرت اُن کے قدموں کا بوسہ لے رہی ہے۔

پھر اس کا سر قلم کر کے ہمیشہ کے لیے ذلتوں کی خاک پر اسے روندے جانے کے لیے پھینک دوں۔ اب دوسرے ساتھی نے اپنی دعا کا آغاز یوں کیا۔

الٰہ العالمین! میری آرزو یہ ہے کہ کل پیش آنے والے معرکۂ جنگ میں میرا مقابلہ دشمن کے سب سے جیوٹ اور دلیر سپاہی سے ہو، وہ طرح طرح کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میرے مقابلے پر آئے، شوقِ شہادت میں سرشار ہو کر میں اس کی طرف بڑھوں، وہ میرے اُوپر حملہ کرے میں اس کے اُوپر وار کروں، لڑتے لڑتے میں گھائل ہو جاؤں، میرا سارا جسم زخموں سے چور چور ہو جائے۔ اسلام کے ساتھ میری والہانہ محبت میری رگوں سے خون کی ایک ایک بوند کا خراج وصول کر لے، یہاں تک کہ میں بیدم ہو کر زمین پر گر پڑوں، دشمن میرے سینے پر سوار ہو کر میرا سر قلم کر لے، میری ناک کاٹ دے، میری آنکھیں نکال لے، میرے چہرے کی ہیئت بگاڑ دے اور میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

اس کے بعد میں اس حال میں تیرے سامنے پیش کیا جاؤں کہ میری ناک کٹی ہوئی ہو، آنکھیں نکال لی گئی ہو، کان جدا کر دیئے گئے ہوں، زخموں کے نشانات سے میرے چہرے کی ہیئت بگاڑ دی گئی ہو، پھر سر سے پا تک خون میں نہائے ہوئے اپنے مسکین بندے کو اس حال میں دیکھ کر تو دریافت کرے۔

یہ تو نے اپنا حال کیا بنا رکھا ہے، میری دی ہوئی آنکھیں کیا ہوئیں، کان اور ناک کہاں پھینک آئے، تیرا خوبصورت چہرہ کیسے بگڑ گیا۔

پھر میں جواب دوں کہ رب العزۃ! تیرے اور تیرے محبوب کی خوشنودی کے لیے یہ سب کچھ میرے ساتھ پیش آیا ہے۔ اب میری آخری تمنا ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو جا اور اپنے محبوب کو راضی کر دے۔

واقعات کے راوی بیان کرتے ہیں کہ دونوں وارفتہ حال سرفروشوں کی یہ پُر سوز دعائیں بارگاہ رب العزۃ میں قبول ہو گئیں۔ دوسرے دن میدانِ جنگ میں دونوں کے ساتھ وہی واقعات پیش آئے جو اپنے رب کے حضور میں بطور دعا اُنہوں نے مانگی تھی۔

عشق و اخلاص کی ارجمندی کا ایک بے مثال واقعہ

کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر "اسود راعی" نام کا ایک شخص تھا یہ ایک حبشی غلام تھا جو یہودیوں کے مویشی چرایا کرتا تھا، وہ صحرا سے اس قدر مانوس تھا کہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ وہیں گزارتا تھا۔ ایک دن شام کو پلٹ کر آبادی میں آیا تو دیکھا کہ سارے یہودی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں تلواروں پر پانی چڑھایا جا رہا ہے، کہیں نیزے اور تیروں کی نوکیں صیقل کی جا رہی ہیں، جگہ جگہ سپاہیوں کو صف بندی

کی مشق کرائی جا رہی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اُسے بڑی حیرت ہوئی، اُس نے متعجبانہ لہجے میں دریافت کیا۔ یہ کس کے ساتھ جنگ کی تیاری ہو رہی ہے؟

ایک یہودی نے جواب دیا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کے عرب کے نخلستان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا مدعی ہے۔ وہ اپنے ساتھ دیوانوں کی ایک فوج لے کر فلاں مقام پر ٹھہرا ہوا ہے اور خیبر کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔ یہ ساری تیاریاں اُسی کے مقابلے کے لیے ہو رہی ہیں۔ جاسوسوں کی اطلاع کے مطابق امروز فردا میں اس کی فوجیں ہمارے قلعہ کی فصیل تک پہنچ جائیں گی۔

یہ جواب سن کر چرواہے کے لاشعور میں اچانک جستجوئے شوق کا ایک چراغ جلا۔ اور وہ حقیقت سے قریب ہو کر سوچنے لگا۔

بلا وجہ کوئی دیوانہ نہیں ہوتا اور وہ بھی دیوانوں کی فوج جو جان دینے کے لیے ساتھ آئی ہے، جھوٹ اور فریب کی بنیاد پر ہر طرح کا سودا ہو سکتا ہے لیکن جان کا سودا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ سوچتے سوچتے بے ساختہ اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی "یقیناً وہ ایک سچا پیغمبر ہے" یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھا اور اپنی بکریوں کو ساتھ لیے ہوئے بے خودی کے عالم میں وہ ایک طرف چل پڑا بالآخر سراغ لگاتے لگاتے وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لشکر میں پہنچ گیا۔ حضور جانِ نور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس نے پہلا سوال یہ کیا۔

آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ حضور نے اس کے دل کے کشور کا دروازہ کھولتے ہوئے جواب دیا۔ اس بات کی کہ اللہ واحد لاشریک ہے اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے نبیوں اور رسولوں کا ایک طویل سلسلہ دنیا میں قائم فرمایا ہے

جس کی آخری کڑی میں ہوں۔

اس نے دریافت کیا کہ اگر میں خدا کی توحید پر ایمان لاؤں اور آپ کی نبوت کا اقرار کرلوں تو مجھے کیا صلہ ملے گا؟ فرمایا! عالم آخرت کی دائمی آسائش!

پھر اس نے حقیقت سے قریب ہوکر اپنی بے مائیگی کا اس طرح اظہار کیا۔

یارسول اللہ! میں ایک حبشی نژاد ہوں۔ میرے جسم کا رنگ سیاہ ہے۔ میرا چہرہ نہایت بد شکل ہے، میں ایک صحرانشین چرواہا ہوں، میرے بدن سے پسینے کی بدبو نکلتی ہے، لوگ مجھے حقیر نظر سے دیکھتے ہیں، اگر میں بھی آپ کے دیوانوں کی فوج میں شامل ہوکر راہ خدا میں قتل کردیا جاؤں تو کیا مجھے بھی جنت میں داخلے کی اجازت مل سکے گی۔

ارشاد فرمایا! ضرور ملے گی اور پورے اعزاز واکرام کے ساتھ ملے گی۔ یہ سنتے ہی وہ بے خود ہوگیا اور اُسی وقت کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے بکریوں کی بابت دریافت کیا۔ ارشاد فرمایا! دوسرے کی چیز ہمارے لیے حلال نہیں ہے، انہیں قلعہ کی طرف لے جاؤ اور کنکر مار کر ہنکا دو یہ سب اپنے اپنے مالک کے پاس چلی جائیں گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اب اسے ولولہ شہادت کے ہیجان سے ایک لمحہ قرار نہیں تھا۔ فوراً الٹے پاؤں واپس لوٹ آیا اور مجاہدینِ اسلام کی صفوں میں شامل ہوگیا۔

واقعات کے راوی بیان کرتے ہیں کہ دوسرے دن جب میدان میں سپاہیوں کی قطار کھڑی ہوئی تو جذبہ شوق کی بے تابی اس کے سیاہ چہرے سے شبنم کے قطروں کی طرح ٹپک رہی تھی۔ طبل جنگ بجتے ہی اس کے ضبط وشکیب کا بند ٹوٹ گیا

اور وہ اضطراب کے عالم میں دشمنوں کی یلغار میں کود پڑا۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس کے سیاہ ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تلوار کا منظر ایسا بھلا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کالی گھٹاؤں میں بجلی کوند رہی ہو۔ نہایت بے جگری کے ساتھ اس نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ زخموں سے سارا جسم لہولہان ہوگیا لیکن شوقِ شہادت میں وہ دشمن کی طرف بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ چاروں طرف سے اس پر تلواریں ٹوٹ پڑیں، اب وہ نیم جاں ہوکر زمین پر تڑپ رہا تھا۔ گھائل جسم میں اس کی روح مچل رہی تھی کہ اب جنت کا صلہ بہت ہی قریب رہ گیا تھا۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب اس کی نعش حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تو اس کے فیروز بخت انجام پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پلکیں بھیگ گئیں۔ فرمایا اسے جنت کی نہر حیات میں غوطہ دیا گیا اب اس کے چہرے کی چاندنی سے جنت کے بام ودر چمک رہے ہیں۔ اس کے پسینے کی خوشبو سے حورانِ بہشت اپنے اپنے آنچل معطر کررہی ہیں۔ جنت کی دو حسین وجمیل حوریں اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے اُسے باغ خلد کی سیر کرارہی ہیں۔

سرکار کے اس بیان پر بہت سے صحابہ کے قلوب رشک سے مچل گئے اُس کے نصیبے کی ارجمندی پر سب محوحیرت تھے کہ اُس نے اسلام قبول کرنے کے بعد سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے کوئی عمل خیر نہیں کیا تھا۔ اُس کے نامہ عمل میں نہ ایک وقت کی نماز تھی، نہ ایک سجدہ تھا، سفید وشفاف کفن کی طرح زندگی کا سادہ ورق لیے ہوئے گیا اور بڑے بڑے زاہدان شب زندہ دار کو پیچھے چھوڑ گیا۔ سچ کہا ہے عارفانِ طریقت نے کہ عشق و اخلاص کی ایک ادائے جنوں انگیز ہزار برس کی بے ریا عبادت وریاضت پر بھاری ہے۔

لنگڑاتے ہوئے پاؤں سے
جنت کی سرزمین پر چہل قدمی کی تمنا

حضرت عمرو بن جموح نام کے ایک صحابی ہیں جو ایک پاؤں سے لنگ تھے۔

جنگ اُحد کے دن جب وہ اپنے فرزندوں کے ساتھ جہاد کے لیے آئے تو لنگڑانے کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں میدان میں اُترنے سے روک دیا گڑگڑاتے ہوئے اُنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے لڑنے کی اجازت مرحمت فرمائیے، میری تمنا ہے کہ میں لنگڑاتے ہوئے جنت میں چلا جاؤں اُن کی بے قراری اور گریہ وزاری دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنہیں میدان میں اُترنے کی اجازت دے دی، اجازت پاتے ہی وہ خوشی سے اچھل پڑے اور کافروں کے ہجوم میں گھس کر ایسی بے جگری کے ساتھ لڑے کہ صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ دشمن کی فوجوں نے چاروں طرف سے گھیر کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ وہ گھائل ہو کر زمین پر گر پڑے، یہاں تک کہ شہادت کی موت سے وہ سرفراز ہوئے۔

جنگ ختم ہو جانے کے بعد جب ان کی اہلیہ حضرت ہندا نے اُن کا جنازہ اونٹ پر لاد کر جنۃ البقیع کی طرف لے جانا چاہا تو ہزار کوشش کے باوجود اونٹ اُدھر کا رُخ ہی نہیں کرتا تھا۔ بار بار میدان جنگ ہی کی طرف بھاگ بھاگ کر جاتا تھا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو حضرت ابن جموح کی اہلیہ کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا۔ گھر سے نکلتے وقت کیا ابن جموح نے کچھ کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی تھی۔

اَللّٰھُمَّ لَا تُعِدْنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ

یا اللہ مجھے میدان جہاد سے اپنے اہل وعیال کی طرف واپس نہ کرنا۔

ارشاد فرمایا کہ ان کی دعا قبول ہوگئی ہے۔ اب یہ اونٹ مدینے کی طرف نہیں جائے گا۔ اُن کا جنازہ اُسی میدان میں دفن کردو۔

مولائے کریم شہادت کی موت سے ہر مسلمان کو سرفراز کرے۔

جنگ کے میدانوں میں خدا کی غیبی مدد، نبی کی شان استقامت اور صحابہ کرام کی جاں نثاری وسرفروشی کے واقعات پڑھ کر آج کے دور میں باوقار زندگی کے لیے مرنے کا سلیقہ سیکھیے۔

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و الہ و صحبہ اجمعین

نوٹ: علامہ ارشد القادری صاحب کا یہ مضمون پروفیسر علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمہ کی کتاب غزوات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں " کلمات تفہیم " کے نام سے شائع ہوا ہے۔

نوٹ: علامہ ارشد القادری صاحب کی کتاب سیر گلستان میں جہاد کے موضوع پر دو اور بڑے پیارے مضامین موجود ہیں قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے انہیں اگلے صفحات پر پیش کیا جارہا ہے۔

(ادارہ)

عشق ومحبت کی ارجمندی کا ایک بے مثال واقعہ

آج شادی کی پہلی رات تھی۔ دو دھڑکتے ہوئے دل ہنگامۂ شوق کے ایک نئے عالم میں داخل ہو رہے تھے، پہلی بار ایک پارسا نوجوان کی نگاہ حسن زیبائی کی نکھری ہوئی چاندنی میں خیرہ ہو کے رہ گئی تھی۔ ہر طرف ارمانوں کے ہجوم کا پہرہ لگا ہوا

تھا۔ وہ عفت مآب روحوں کی ملاقات کا عالم کیا تھا۔ کون بتائے......؟

البتہ تاریخ کے حوالے سے اتنا سراغ ضرور مل سکا ہے کہ رات بھیگ جانے کے بعد پسِ دیوار اچانک کسی منادی کی آواز فضا میں گونجی اور حضرت حنظلہ چونک اُٹھے۔ نشاط وطرب کے شوق انگیز لمحوں کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ چہرے پر ایک گہرے تجسس کا نشان اُبھرا۔ اور شدّت اضطراب کے عالم میں کھڑے ہوگئے۔ دیوار سے کان لگا کر اعلان کے الفاظ کو دوبارہ غور سے سنا۔

دربارِ رسالت کا منادی آواز دے رہا تھا:۔

"کفر کی یلغار اسلام کی فصیل کی طرف بڑھتی آرہی ہے، ناموس حق کے پروانے بغیر کسی لمحہ انتظار کے رسالت کی سرکار میں حاضر ہو جائیں۔ مجاہدین اسلام کا صف شکن قافلہ تیار کھڑا ہے۔ سپیدۂ سحر کی نمود سے پہلے پہلے میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہو جائے گا۔"

اعلان کے الفاظ سینے میں ترازو ہوگئے، اب حضرت حنظلہ اپنے آپ میں نہ تھے، جذبات کے تلاطم کا عالم قابو سے باہر ہوتا جارہا تھا، فرض نے اُنہیں مشکلات کے گھنے اندھیرے سے پکارا تھا۔ بے خودی کی حالت میں ایک بار نظر اُٹھا کر اپنی نئی نویلی دلہن کو دیکھا۔ حسرت ناک کرب کے ساتھ بڑی مشکل سے یہ الفاظ اپنے منہ سے ادا کر سکے۔

"جانِ آرزو! میدانِ جنگ سے اسلام نے آواز دی ہے، اب ہنگامۂ شوق کے یہ خود فراموش لمحے ختم ہوئے، اجازت دو، کہ مجاہدین کی اس قطار میں بڑھ کر شامل ہو جاؤں جو رسالت کی سرکار میں کھڑی ہے، زندگی

نے وفا کی اور معرکہ کارزار سے بخیر وسلامت واپس لوٹ آیا تو پھر تمہاری زلفوں کی مہکتی ہوئی رات کا خیر مقدم کروں گا، اور اگر خوش بختی سے میری زندگی کام میں آگئی اور میرے جگر کا خون اسلام کی بنیاد میں جذب ہوگیا تو پھر قیامت کے دن شہیدانِ وفا کی صفوں میں تمہیں کہیں نہ کہیں ضرور ملوں گا۔ اچھا اب اجازت دو وقت بہت نازک ہے۔"

یہ کہتے ہوئے جیسے ہی قدم باہر نکالنا چاہتے تھے کہ بیوی نے دامن تھام لیا اور ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ بمشکل تمام یہ جملے ادا کر سکی۔

"میخانہ کوثر کی طرف بڑھنے والے کو کون روک سکتا ہے۔ زحمت نہ ہو تو رسولِ کونین کے قدمِ ناز کی امان میں مجھے بھی لیتے چلو۔ کنیزانِ بارگاہ کی آخری صف میں بھی جگہ مل گئی تو میں اپنی خوش نصیبی پر تا ابد نازاں رہوں گی۔"

حضرت حنظلہ نے دو لفظوں میں جواب دیا:۔

"سرمدی اعزاز کے استحقاق کے لیے تمہاری یہی قربانی کیا کم ہے کہ تم نے بھرپور بشاشت کے ساتھ عیش ونشاط کے ان دل فریب لمحوں کو اسلام کی ضرورت پر نثار کر دیا ہے۔ یقین رکھو! گلشن جاوید کی طرف میں تنہا نہیں جارہا ہوں تمہارے ارمانوں کا کارواں بھی میرے ہمراہ ہے۔ اچھا اب اجازت دو، خدا تمہارے صبر وشکیب کی عمر دراز کرے۔"

یہ کہتے ہوئے حضرت حنظلہ گھر سے نکل پڑے۔ جب تک نظر آتے رہے عقیدت بھری نگاہ اُٹھتے ہوئے قدموں کا بوسہ لیتی رہی۔

رات کے پچھلے پہر جاں نثاروں کا لشکر دعاؤں کے ہجوم میں معرکہ کارزار کی طرف روانہ ہوگیا۔ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ناقہ مبارک پر سوار تھے۔ پیچھے پیچھے پروانوں کی قطار چل رہی تھی۔ سرکار کے رُخ زیبا کی تنویر سے مجاہدین کے سینوں میں فاتحانہ شوکتوں کا چراغ جل اُٹھا تھا۔

میدانِ جنگ میں پہنچ کر سرفروشانِ اسلام کی صفیں آراستہ ہوگئیں۔ کفار کے لشکر نے بھی اپنا مورچہ سنبھال لیا۔ دوسرے دن صبح طبل جنگ بجتے ہی گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ان کے ہاتھ کی تلوار بجلی کا شرارہ معلوم ہورہی تھی۔ ان کے بے دریغ حملوں سے لشکر باطل میں ہر طرف ایک شور قیامت برپا تھا۔

حضرت حنظلہ کی پیاسی روح چشمہ کوثر کی طرف نہایت تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ عالم جاوید سے اب چند ہی قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ان کے جگر میں آ کر پیوست ہوگیا۔ لہو کے اڑتے ہوئے فوارے سے سارا پیراہن رنگین ہو کے رہ گیا۔ جب تک رگوں میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی تھا کلمۃ الحق کی سربلندی کے لیے فولاد کی دیوار بن کر کھڑے رہے۔ جب رگوں کی آگ بجھ گئی تو گھائل ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اور چند ہی لمحوں میں روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

دوپہر ڈھلتے ڈھلتے کفار میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو کھلی ہوئی فتح نصیب ہوئی۔ جنگ ختم ہوجانے کے بعد جب زخمیوں کو اکھٹا کیا گیا اور شہیدوں کی لاشیں جمع کی گئیں تو حضرت حنظلہ کی تلاش شروع ہوئی۔ ان کی گمشدگی پر سارے لشکر کو حیرت تھی۔ جب وہ کہیں نہ ملے تو سرکار کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچائی گئی۔ حضور نے چند لمحے

توقف فرمانے کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"حنظلہ کی لاش کو عالم بالا میں فرشتے اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ وہاں اُنہیں غسل دیا جارہا ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش سامنے موجود تھی۔ بال بھیگے ہوئے تھے۔ خون آلود پیراہن سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ مدینہ پہنچ کر جب گھر والوں سے اُن کے حالات دریافت کیے گئے تو معلوم ہوا کہ رات کو گھر سے چلتے وقت ان پر غسل جنابت فرض ہوچکا تھا۔ اضطراب شوق نے فرض اُتارنے کی بھی اُنہیں مہلت نہیں دی۔ غسل جنابت کا وہ فریضہ عالم بالا میں فرشتوں کے ذریعہ اتارا گیا۔ اسی دن سے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب بارگاہ رسالت سے "غسیل ملائکہ" قرار پایا۔

زندہ باد! اسلام کے قابل رشک فرزند زندہ باد!

عشق واخلاص کا ایک دردانگیز واقعہ

چاندنی رات کا پچھلا پہر تھا۔ مدینے کی گلیوں میں ہر طرف نور برس رہا تھا۔ پوری آبادی رحمتوں کی گود میں محوِ خواب تھی۔ آسمانوں کے دریچے کھل گئے تھے۔ فضائے بسیط میں فرشتوں کے پروں کی آواز دم بدم تیز ہوتی جارہی تھی۔ عالم بالا کا یہ کارواں شاید مدینے کی زمین کا تقدس چومنے آرہا تھا۔

اچانک اسی خاموش سناٹے میں بہت دور ایک آواز گونجی۔ فضاؤں کا سکوت ٹوٹ گیا۔ شبستان وجود کے سارے تار بکھر گئے اور ایمان کی تپش چنگاریوں کی طرح بال بال سے پھوٹنے لگی۔

میخانہ عشق کا دروازہ کھلا۔ کوثر کی شراب چھلکی، اور جذبہ اخلاص کی والہانہ سرمستیوں میں سارا ماحول ڈوب گیا۔

یہ غلامانِ اسلام کے آقا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز تھی، جس نے ہر گھر میں ایک ہنگامہ شوق برپا کر دیا تھا۔

اب مدینے کی ساری آبادی جاگ اٹھی تھی۔ سرور کونین کا منادی ایک شکستہ گھر کے سامنے آواز دے رہا تھا۔

"گلشنِ اسلام کی شادابی کے لیے خون کی ضرورت ہے۔ آج نمازِ فجر کے بعد مجاہدین کا لشکر ایک عظیم مہم پر روانہ ہو رہا ہے۔ مدینے کی ارجمند مائیں اپنے جوان شہزادوں کا نذرانہ لے کر فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جائیں"۔

کلمہ حق کی برتری کے لیے تڑپتی ہوئی لاشوں کو خوشنودی حق کی بشارت مبارک ہو، مبارک ہو خون کا وہ آخری قطرہ جو ٹپکتے ہی اسلام کی بنیاد میں جذب ہو جائے۔

ایک ٹوٹے ہوئے دل کی طرح یہ ٹوٹا ہوا گھر ایک بیوہ عورت کا تھا۔ چھ سال کے یتیم بچے کو گود میں لیے ہوئے وہ سو رہی تھی۔ حضرت بلال کی آواز سن کر چونک پڑی۔ دروازے پر کھڑی ہو کر غور سے سنا۔

سنتے ہی دل کی چوٹ اُبھر آئی۔ آنکھیں آنسوؤں سے جل تھل ہو گئیں۔ چھ سال کا یتیم بچہ سویا ہوا تھا۔ ماں رو رہی تھی۔ فرطِ محبت میں بچے کو سینے سے چمٹا لیا۔ سسکیوں کی آواز سن کر بچے نے آنکھیں کھول دیں۔ ماں کو روتا ہوا دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔

گلے میں باہیں ڈال کر معصوم اداؤں کے ساتھ دریافت کیا:۔ "ماں کیوں رو

رہی ہے......؟ کہاں تکلیف ہے تمہیں......؟"

آہ! ایک ناسمجھ بچے کو کیا معلوم؟ کہ حسرتوں کی چوٹ کتنی دردناک ہوتی ہے؟ کہاں چوٹ ہے؟ یہ نہیں بتایا جا سکتا لیکن اس کی کسک سے سارا جسم ٹوٹنے لگتا ہے۔

پھر ایک بیوہ عورت کا دل تو اتنا نازک ہوتا ہے کہ ذرا سی ٹھیس سے چور چور ہو جاتا ہے۔ بچے کے اس سوال پر ماں کا دل اور بھر آیا۔ غم کی چوٹ سے یک بیک جذبات کا دھارا چھوٹ پڑا۔ گرم گرم آنسوؤں سے آنچل کا کونہ بھیگ گیا۔

بچہ بھی ماں کی حالت دیکھ کر رونے لگا۔ ماں نے بچے کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:۔

"میرے لال مت روؤ، یتیموں کا رونا عرش کا دل ہلا دیتا ہے۔ تمہارے گریہ درد سے غم کی چوٹ اور تازہ ہو جائے گی۔ بدر کی وادی میں ابدی نیند سونے والے اپنے شہید باپ کی روح کو مت تڑپاؤ، دنیا چھوڑنے کے بعد بھی شہیدوں کا رابطہ اپنے خون کے رشتے داروں سے باقی رہتا ہے، چپ ہو جاؤ، مت روؤ میرے لال!"

مگر بچہ روتا رہا، وہ بضد تھا کہ ماں کیوں رو رہی ہے، بالآخر اپنے بچے کے لیے ماں کی آنکھ کا ابلتا ہوا چشمہ سوکھ گیا۔ ماں نے بچے کو تسلی دیتے ہوئے کہا:۔

"بیٹا! ابھی ابھی حضرت بلال، وہی بلال جنہیں ہم دہکتی ہوئی آگ کا نکھرا ہوا سونا کہتے ہیں، یہ اعلان کرتے ہوئے گذرے ہیں کہ اسلام کا پرچم دشمنوں کی زد پر ہے، آج نمازِ فجر کے بعد مجاہدین کا ایک لشکر میدان جنگ کی طرف روانہ ہو رہا ہے آقائے کونین نے اپنے جاں باز وفاداروں کو آواز دی ہے، آج غیرتِ حق کا سمندر ہلکورے لے رہا ہے۔"

رحمتوں کے تاجدار آج ایک ایک قطرۂ خون پر جنتوں کی بہار لٹادیں گے۔

ایک لمحے میں آج قسمتوں کی ساری شکن مٹ جائے گی۔

کتنی خوش نصیب ہوں گی وہ مادرانِ ملت جو سپیدۂ سحر کی روشنی میں اپنے نوجوان شہزادوں کا نذرانہ لے کر سرکارِ رسالت میں حاضر ہوں گی۔

آہ! کتنی قابلِ رشک ہوگی ان کی یہ التجا، یارسول اللہ! ہم اپنے جگر کے ٹکڑے آپ کے قدموں پر نثار کرنے لائی ہیں۔ اسی آرزو میں ان کو دودھ پلا پلا کر جوان کیا تھا کہ ایک دن ان کے لہو سے دین کا چمن سیراب ہوگا۔

یارسول اللہ! ہمارے ارمانوں کی یہ حقیر قربانی قبول فرمالیں۔ سرکار! عمر بھر کی محنت وصول ہوجائے گی۔

یہ کہتے کہتے ماں کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں، آواز بھرا گئی، بچہ ماں کو روتا دیکھ کر پھر مچل گیا۔

ماں نے کہا...... "بیٹا ضد نہ کرو، دل کی چوٹ تم ابھی نہیں سمجھ سکتے، میں اپنے نصیب کو رو رہی ہوں۔ کاش! آج میری گود میں بھی کوئی جوان بیٹا ہوتا تو میں بھی اپنا نذرانہ شوق لیے رحمتِ عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوتی۔

افسوس کہ آج آخرت کے سب سے بڑے اعزاز سے میں محروم ہوگئی۔

یہ کہتے کہتے پھر دل کا درد جاگ اٹھا۔ پھر غم کی تپش بڑھ گئی اور پھر آنکھوں کے چشمے سے آنسو ابلنے لگے۔

بچے نے ماں کو چپ کراتے ہوئے کہا...... "اس میں رونے کی کیا بات ہے ماں! تمہاری گود تو خالی نہیں ہے، رحمتِ عالم کے حضور میں سب اپنے جوان بیٹوں

کو لے کر جائیں گی تم مجھی کو لے کر چلو۔"

ماں نے چمکارتے ہوئے جواب دیا...... بیٹا! میدانِ کارزار میں بچوں کو نہیں لے جاتے وہاں تو شمشیر کی نوک سے دشمن کی صفیں الٹنے کے لیے جوانوں کے کس بل کی ضرورت پڑتی ہے وہاں سروں پر چمکتی ہوئی تلواروں کی بجلیاں گرتی ہیں۔ وہاں نیزوں کی انی سے کفر کے جگر میں شگاف ڈالا جاتا ہے۔ میرے لال! وہ قتل و خون کی سرزمین ہے، تم وہاں جا کر کیا کرو گے......؟

بچے نے ضد کرتے ہوئے کہا...... "یہ ٹھیک ہے کہ اپنی کمسنی کے باعث ہم میدان کارزار میں جانے کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن بارگاہ رسالت میں حاضری کے لیے تو عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ ہماری قربانی سرکار نے قبول فرمالی تو زہے نصیب! اور اگر بچہ سمجھ کر واپس کر دیا تو کم از کم اس کا غم تو نہیں رہے گا کہ اسلام کے لیے جان پیش کرنے سے ہم محروم رہ گئے۔ جان چھوٹی ہو یا بڑی۔ بہر حال جان ہے اور جان ہونے کی حیثیت سے دونوں کی قیمت میں کوئی فرق نہیں ماں!"

ماں نے فرطِ محبت سے بچے کا منہ چوم لیا اور حیرت سے منہ تکنے لگی کہ اس کمسنی میں داناؤں جیسا شعور صرف اس رحمتِ خاص کا صدقہ ہے جو یتیموں کی نگراں ہے۔

سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا، جلوۂ زیبا کے پروانے آنکھوں میں خمارِ شوق لیے مسجد نبوی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ درد آشنا دلوں کے لیے ایک رات کا لمحہ فراق بھی طویل مدت کی طرح بوجھل ہوگیا تھا۔ حجرۂ عائشہ کے خورشید کی پہلی کرن کے نظارے کے لیے ہر نگاہ اشتیاق آرزو کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

نمازِ فجر کے بعد مسجد نبوی کے میدان میں مجاہدین کی قطاریں کھڑی ہوگئیں۔

جونوجوان محاذ جنگ پر جانے کے قابل تھے، انہیں لے لیا گیا، باقی واپس کر دیے گئے، انتخاب کے کام سے فارغ ہو کر سرکار واپس تشریف لا ہی رہے تھے کہ ایک پردہ نشین خاتون پر نظر پڑی جو چھ سال کا ایک بچہ لیے کنارے کھڑی تھی۔

سرکار نے حضرت بلال سے ارشاد فرمایا:

"اس خاتون سے جا کر دریافت کرو کہ وہ بارگاہ رحمت میں کیا فریاد لے کر آئی ہے؟"

حضرت بلال نے قریب جا کر نہایت ادب سے پوچھا:۔

"دربار رسالت میں آپ کیا فریاد لے کر حاضر ہوئی ہیں؟"

خاتون نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا:۔

"آج پچھلے پہر آپ اعلان کرتے ہوئے میرے گھر کے سامنے سے گذرے۔ اعلان سن کر میرا دل تڑپ اٹھا۔ میرے گھر میں کوئی جوان نہیں تھا جس کے خون سے اسلام کی بارگاہ میں نذر پیش کرتی۔ چھ سال کا یہ یتیم بچہ ہے، جس کا باپ گذشتہ سال جنگ بدر میں جام شہادت سے سیراب ہوا، یہی کل میری متاع زندگی ہے، جسے سرکار کے قدموں پر نثار کرنے لائی ہوں۔"

حضرت بلال نے بچے کو گود میں اٹھا لیا اور سرکار کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سرکار نے بچے کو آغوش رحمت میں جگہ دی۔ سر پر ہاتھ پھیرا۔ پیار کیا اور نہایت شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا:۔

"میری رحمتوں کے محبوب شہزادے! تم ابھی کم سن ہو، محاذ جنگ پر جوانوں کی ضرورت پڑتی ہے، ابھی تم اپنی ماں کی آغوش میں پلو، بڑھو اور گلشن

اسلام کی بہار بنو، جب تمہارے بازوؤں میں کس بل پیدا ہو جائے گا تو میدان جنگ تمہیں خود آواز دے گا۔"

بچے نے اپنی تتلائی ہوئی زبان میں کہا:۔

"یارسول اللہ! میں نے اپنی امی جان کو دیکھا ہے کہ جب وہ چولہا جلاتی ہیں تو پہلے چھوٹے چھوٹے تنکوں کو سلگاتی ہیں۔ جب آگ دہکنے لگتی ہے تو پھر موٹی موٹی لکڑیاں ڈالتی ہیں۔ یارسول اللہ! میں جنگ کرنے کے قابل تو نہیں لیکن کیا میدان کارزار گرم کرنے کے لیے مجھ سے تنکوں کا کام بھی نہیں لیا جا سکتا۔ اگر آپ مجھے اپنے ہمراہ نہیں لے گئے تو میری امی روتے روتے ہلکان ہو جائیں گی۔ وہ اس غم میں ہر وقت روتی رہتی ہیں کہ آج میری گود میں بھی کوئی جوان بیٹا ہوتا تو میں بھی اسے اسلام کی نظر کر کے سرکار کی خوشنودی کا اعزاز حاصل کرتی۔"

جن معصوم اداؤں کے ساتھ بچے نے اپنی زبان میں دل کے حوصلوں کا اظہار کیا، سارے مجمع پر رقت طاری ہوگئی، سرکار بھی فرط اثر سے آبدیدہ ہوگئے۔

حضرت بلال سے فرمایا:۔

"جا کر اس بچے کی ماں سے کہہ دو کہ اس کی ننھی قربانی قبول کر لی گئی۔ قیامت کے دن وہ غازیان اسلام کی ماؤں کی صفوں میں اٹھائی جائے گی۔ آج سے خدا کی ایک مقدس امانت سمجھ کر وہ بچے کی پرورش کا فرض انجام دے گی۔ خدا کے یہاں بال بال کا اجر محفوظ رہے گا۔"

ختم شد